۲۲۵۲

دار الافتاء
جامعۃ العلوم الاسلامیۃ
علامہ بنوری ٹاؤن کراچی
پاکستان

بخدمت جناب مفتی صاحب

السلام علیکم!

گزارش ہے کہ میرے درج ذیل سوالات کے جوابات دیں اللہ آپکو جزائے خیر عطا فرمائے۔

**سوال نمبر 1** ایک آدمی زنا یا چوری کرتا ہے پھر سچے دل سے توبہ کر لیتا ہے تو کیا صرف توبہ کر لینے سے اسکے گناہ معاف ہو جائینگے یا جب تک اس پر وہ حدود جو شریعت نے لگائیں ہیں نہ لگائیں جائیں معاف نہیں ہوتے۔ چاہے وہ توبہ بھی کرے جیسا کہ چور کے لیے شریعت میں جو مقرر ہے کہ اس کے ہاتھ کاٹ دیے جائیں وغیرہ

**سوال نمبر 2** ایک آدمی نے مجھ سے کہا کہ تبلیغی جماعت والے جو یہ کہتے ہیں کہ دین طلب سے آتا ہے اور دنیا مقدر سے ملتی ہے غلط ہے مثلاً حضرت عمرؓ کو دین کی طلب نہیں تھی بلکہ وہ نعوذ باللہ حضورؐ کو قتل کرنے نکلے تھے ساتھ اس نے یہ بھی کہا کہ دین محنت سے نہیں آتا بلکہ مقدر سے ملتا ہے جیسا کہ حضرت محمدؐ نے اپنے چچا حضرت ابو طالب پر محنت کی لیکن وہ ایمان نہ لائے۔

**سوال نمبر 3** ایک آدمی نے مجھ سے کہا کہ تراویح پڑھنا لازمی نہیں کیونکہ یہ حضرت عمرؓ کے دور سے ثابت ہے جبکہ حضرت ابو بکرؓ کے دور سے ثابت نہیں مہربانی کر کے بتائیں کہ نمازِ تراویح کی شریعت میں کیا حیثیت ہے۔

**سوال نمبر 4**
i. کیا صرف تصویروں کی بنا پر مووی کو جائز قرار دیا جا سکتا ہے؟
ii. کیا سکول اور کالج کی مشہوری کیلئے مووی بنوائی جا سکتی ہے؟

**سوال نمبر 5** کیا حضرت عمرؓ نے چار ماہ گھر سے باہر رہنے کی یا چار ماہ سے زائد گھر سے باہر رہنے کی ترتیب بنائی تھی یا نہیں اگر نہیں تو کیا جماعت والوں کی سات ماہ یا سال کی ترتیب پر عمل کرنا چاہیے یا نہیں۔

**سوال نمبر 6** موجودہ دور میں شریعت کے مطابق شادی کا طریقہ کار کیا ہو گا۔

الجواب ومنه الصدق والصواب

۱۔ سچی توبہ سے گناہ معاف ہوجاتے ہیں، توبہ کا حصہ یہ بھی ہے کہ کسی کا مالی حق نکلتا ہو تو اسے ادا کیا جائے یا معاف کرایا جائے۔

فتاوی شامی میں ہے:

الحد لغة المنع ... فلا تجوز الشفاعة فيه بعد الوصول و ليس مطهرا عندنا بل المطهر التوبة، قال المحقق تحته في الرد: (قوله بل المطهر التوبة) فاذا حد و لم يتب يبقى عليه اثم المعصية و ذهب كثير من العلماء الى انه مطهر، (واجمعوا الخ) الظاهر ان المراد انها لا تسقط الحد الثابت عند الحاكم بعد الرفع اليه اما قبله فيسقط الحد بالتوبة حتى في قطاع الطريق ...وفي البحر عن الظهيرية: رجل اتى بفاحشة لاقامة الحد عليه لان الستر مندوب اليه اهـ، وفي شرح الاشباه للبيري عن الجوهرة: رجل شرب الخمر وزنى ثم تاب ولم يحد في الدنيا هل يحد له في الاخرة ... قال: الحدود حقوق الله تعالى الا انه تعلق بها حق الناس وهو الانزجار فاذا تاب توبة نصوحا ارجو ان لا يحد في الاخرة فانه لا يكون اكثر من الكفر والردة وانه يزول بالاسلام والتوبة.

(فتاوی شامی: ج: ٤، ص: ٤، ط: سعید)

دار الافتاء
جامعة العلوم الاسلامية

۲۔ ابوطالب سچا طالب نہیں تھا، اس لئے ایمان کی دولت سے سرفراز نہیں ہوا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ تو مرادِ رسول ہیں، ان کی طلب تو خود امام الانبیاء نے کی تھی جنکی طلب کے سامنے تمام دنیا کی طلب ہیچ ہے۔

(جاری ہے)

مرقاۃ المفاتیح میں ہے:

الایمان بالقدر فرض لازم وھو ان یعتقد ان اللہ تعالی خالق اعمال العباد خیرھا وشرھا وکتبھا فی اللوح المحفوظ قبل ان خلقھم والکل بقضائہ وقدرہ وارادتہ ومشیتہ غیر انہ یرضی الایمان والطاعۃ ووعد علیھما الثواب ولا یرضی الکفر والمعصیۃ واوعد علیھما العقاب. (مرقاۃ: ص۱۲۵، ج:۱، ط: امدادیہ)

۳۔ یہ کہنا کہ تراویح سیدنا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے دور سے ثابت نہیں غلط ہے بلکہ نفس تراویح کا ثبوت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دور سے ثابت ہے، کچھ دنوں تک حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ اور اہل بیت کو اس کیلئے جمع کیا اور باجماعت تراویح پڑھی ہے، تراویح حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی سنت نہیں بلکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے، اگر خلیفہ راشد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی سنت ہوتی تو بھی کچھ کم نہ تھا، زیادہ سے زیادہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ ایک امام کے پیچھے مواظبت اور پابندی کے ساتھ اس مروجہ طرز پر تراویح پڑھنا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور سے ثابت ہے

فتاوی شامی میں ہے:

(التراویح سنۃ) مؤکدۃ لمواظبۃ الخلفاء الراشدین (للرجال والنساء) قال المحقق تحت فی الرد: (قولہ سنۃ مؤکدۃ) صححہ فی الھدایۃ وغیرھا وھو المروی عن ابی حنیفۃ وذکر فی الاختیار ان ابا یوسف سأل ابا حنیفۃ عنھا وما فعلہ عمر فقال: التراویح سنۃ مؤکدۃ ولم یتخرجہ عمر من تلقاء نفسہ ولم یکن فیہ مبتدعا ولم یأمر بہ الا عن اصل لدیہ وعھد من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ولا ینافیہ قول

دار الافتاء
جامعۃ العلوم الاسلامیۃ

(جاری ہے)

عثمان-

القدوری انهما مستحبة کما فهمه فی الهدایة عنه

لا که انما قال یستحب ان یجتمع الناس وهو یدل علی

ان الاجتماع مستحب ولیس فیه دلالة علی ان

التراویح مستحبة کذا فی العنایة وفی شرح المنیة وحکی

غیر واحد الاجماع علی سنیتها وتمامه فی البحر.

(فتاوی شامی: ص ۴۳، ج ۲، ط: سعید)

البحر الرائق میں ہے:

وقد سنها رسول الله صلی الله علیه وسلم وندبنا

الیها وأقامها فی بعض اللیالی ثم ترکها خشیة

ان تکتب علی امته کما ثبت ذالک فی الصحیحین

وغیرهما ثم وقعت المواظبة علیها اثناء خلافة

عمر رضی الله عنه ووافقه علی ذالک عامة الصحابة

رضی الله عنهم کما ورد ذالک فی السنن ثم ما زال

الناس من ذالک الصدر الی یومنا هذا علی

اقامتها من غیر نکیر وکیف لا وقد ثبت عنه صلی الله علیه وسلم

علیکم بسنتی وسنة الخلفاء الراشدین المهدیین

عضوا علیها بالنواجذ کما رواه ابو داؤد. (ص ۶۶، ج ۲، ط: سعید)

اعلاء السنن میں ہے:

وثبت بذالک ان اصل قیام رمضان (التراویح)

سنة رسول الله صلی الله علیه وسلم لا سنة عمر

رضی الله عنه کما زعمه بعضهم وانما سنة عمر قیامه

بامام واحد وکانوا یقومون قبل اوزاعا

متفرقین ویمیلون الی احسنهم صوتا فقال عمر:

جاری ہے

انهم قد اتخذوا القرآن اغاني، اما والله لئن
استطعت لاغيرن فلم يمكث الا قليلا حتى امر ابيا
فصلى بهم رواه البخاري في خلق افعال العباد وفي
المغني لابن قدامة، واول من سنها رسول الله صلى
الله عليه وسلم الى ان قال: ونسبت التراويح الى عمر بن الخطاب
لانه جمع الناس على ابي بن كعب فكان يصليها
بهم ... قوله عن جبير الخ قال المؤلف: دلالته
على ثبوت التراويح بالجماعة عن النبي صلى الله عليه وسلم
ظاهرة وفيه ايضا انه صلاها بجماعة لما فيه انه
دعا اهله ونسائه فقام بنا حتى تخوفنا الفلاح
وهذا دليل من قال بسنية الجماعة لها مع مواظبة
الصحابة على ادائها في جماعة .... ولنا اجماع
الصحابة على ذلك وجمع النبي صلى الله عليه وسلم
اصحابه واهله في حديث ابي ذر ... وقول النبي
صلى الله عليه وسلم ذلك لهم معلل بخشية فرضه
عليهم ولذا ترك النبي صلى الله عليه وسلم القيام
بهم معللا بذلك ايضا وقد امن هذا ان تفعل
بعده ... ومن هنا قال صاحب البدائع في سنن
التراويح: منها الجماعة والمسجد لان النبي صلى الله عليه وسلم
قدر ما صلى من التراويح صلى بجماعة في المسجد
فكذا الصحابة رضي الله عنهم صلوها بجماعة
في المسجد. اعلاء السنن: ص٦٦، ج٧، ط: ادارة القرآن والعلوم الاسلامية

دار الافتاء
جامعة العلوم الاسلامية علامه بنوري تاؤن كراتشي

٤ ۔ جاندار کی تصویر اتارنا ناجائز ہے، کیمرہ بھی آلہ تصویر کشی ہے، ٹی وی، حاسوب کی اسکرین یا سینما کے پردے پر جو کچھ دکھایا جاتا ہے وہ بھی حقیقت میں ساکن تصویریں ہوتی ہیں انکی حرکت آنکھ کا دھوکہ ہے، ساکن تصویریں تیزی کے ساتھ آنکھوں کے سامنے سے گزاری جاتی ہیں جس سے انسانی آنکھ منظر کو متحرک محسوس کرتی ہے۔

سکول اور کالج کی عمارت کی مووی بنائی جائے تو درست ہے کہ بے جان اشیاء کی تصویریں بنانا یا اتارنا جائز ہے، لیکن اگر طلباء اور اساتذہ اور دیگر عملے کی مووی بھی بنائی جائے تو ناجائز ہے۔

علامہ نووی لکھتے ہیں:

وقال اصحابنا وغيرهم من العلماء تصوير صورة الحيوان شديد التحريم وهو من الكبائر... سواء صنعه بما يمتهن او بغيره، فصنعته حرام بكل حال لان فيه مضاهاة لخلق الله تعالى سواء ما كان في ثوب او بساط او درهم او دينار او فلس او اناء او حائط او غيرها... ولا فرق في هذا كله بين ما له ظل وما لا ظل له بمعناه... قال جماهير العلماء من الصحابة والتابعين ومن بعدهم وهو مذهب الثوري ومالك وابي حنيفة. (شرح مسلم: ج: ٢، ص: ١٩٩)

٥ ۔ بیوی اگر جوان ہو اور فتنہ کا اندیشہ نہ ہو تو اسکی اجازت کے بغیر شوہر چار ماہ تک باہر رہ سکتا ہے، اور اگر بیوی کی اجازت ہو اور بیوی صبر کر سکتی ہو اور فتنہ کا اندیشہ نہ ہو تو چار ماہ سے زیادہ بھی باہر رہ سکتا ہے، لہذا صورت مسئولہ میں تبلیغی جماعت والوں کی سات ماہ اور سال کی ترتیب درست ہے۔

دار الافتاء
جامعة العلوم الاسلامية
علامہ بنوری ٹاؤن کراچی
پاکستان

فتاوی شامی میں ہے:

ويسقط حقها بمرة ويجب ديانة احيانا ولا يبلغ مدة الايلاء الا برضاها، قال المحقق تحته في الرد: تقدم عن الفتح التعبير بقوله ويجب ان لا

(جاری)

يبلغ الخ وظاهره انه منقول لكن ذكر قبله في مقدار الدور
انه لا ينبغي ان يطلق له مقدار مدة الايلاء وهو
اربعة اشهر، فالظاهر ان ما هنا مبني على هذا
البحث تأمل، ثم قوله وهو اربعة اشهر يفيد
ان المراد ايلاء الحرة ويؤيد ذلك ان عمر رضي الله عنه
لما سمع من الليل امرأة تقول: فوالله لولا الله تخشى
عواقبه: لزحزح من هذا السرير جوانبه.
فسأل عنها فاذا زوجها في الجهاد فسأل
بنته حفصة: كم تصبر المرأة عن الرجل
فقالت: اربعة اشهر فامر امراء الاجناد
ان لا يتخلف المتزوج عن اهله اكثر منها.
(فتاوی شامی: ص۲۰۵، ج:۳، ط: سعید)

البحر الرائق میں ہے:

وفي فتح القدير واعلم ان هذا الاطلاق لا يمكن
اعتباره على صرافته فانه لو اراد ان يدور سنة
سنة ما أظن اطلاق ذلك له بل لا ينبغي ان يطلق
له مقدار مدة الايلاء وهو اربعة اشهر واذا كان
وجد به للتأنيس ودفع الوحشة وجب ان تعتبر
المدة القريبة واظن اكثر من جمعة مضارة الا
ان يرضيا به. (کتاب النکاح: باب القسم، ج:۳، ص۲۳۶، ط: سعید)

۶۔ اسکے لیے حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ کی کتابوں کا مطالعہ بہت مفید ہے مثلاً: بہشتی زیور، آداب زندگی۔

دار الافتاء
جامعة العلوم الاسلامية
علامہ محمد یوسف بنوری ٹاؤن کراچی

۷۔ غیر مقلدین کے پیچھے نماز پڑھنے کا حکم یہ ہے کہ:

اگر یقین ہو کہ امام نماز کے ارکان وشرائط میں دوسرے مذاہب کی رعایت کرتا ہے تو اسکی اقتداء بلا کراہت جائز ہے، اور اگر رعایت نہ کرنے کا یقین ہو تو اس کے پیچھے پڑھی ہوئی نماز صحیح نہ ہوگی اور جس کا حال معلوم نہ ہو اسکی اقتداء مکروہ ہے، آجکل کے غیر مقلدین کی اکثریت صرف یہی نہیں کہ رعایت مذاہب کا خیال نہیں رکھتی بلکہ اسکو غلط سمجھتی ہے اور عمدًا اسکے خلاف کا اہتمام کرتی ہے اور اسکو ثواب سمجھتی ہے، اس لئے ان کی اقتداء سے حتی الإمکان احتراز لازم ہے مگر بوقت ضرورت ان کے پیچھے نماز پڑھ لے، جماعت نہ چھوڑے۔

یہ تفصیل اس وقت ہے کہ یہ امام صحیح العقیدہ ہو، اگر اسکا عقیدہ فاسد ہے مقلدین کو مشرک جانتا ہے اور سبِّ سلف کرتا ہے تو اسکی امامت بہرحال مکروہ تحریمی ہے۔

ردالمحتار میں ہے:

قال فی العلائية عن البحر ان تيقن المراعاة لم يكره او عدمها لم يصح وان شك كره.

(فتاوی شامی: ج ۲، ص ۵۲۶، ط: سعید)

فقط واللہ اعلم

کتبه

میر حارث

المتخصص فی الفقه الاسلامی

جامعة العلوم الاسلامیة

علامة یوسف بنوری ٹاؤن کراچی

۲۹/۱۰/۱۴۳۰ھ/۱۹/۱۰/۲۰۰۹ء

الجواب صحیح
شعیب عالم

الجواب صحیح
محمد عبدالمجید دین پوری